مسئلہ ملکیت زمین ۔قرآن وحدیث اور فقہائے کی آراء کی روشنی میں

_under the light of quran-hadith_Land ownership_

and opinion of religious leaders

ڈاکٹر محمد اسحاق [1]

Abstract

Al Mighty ALLAH is the true owner of this world and all material things in it. Al Mighty ALLAH has created this world for human beings and granted them its ownership and of all material things in it. There is no contradiction in this ownership because human beings are just worldly and temporary owners of this world and the real and final ownership remains with only Al Mighty ALLAH.

Islam gives equal orders for the ownership of both material things and the land. A human being can be the owner of land as well as he can own all other material things. There is no prohibition of this ownership in any verse of Qur'an or Ahadith of Prophet Muhammad ?, and that's why all the experts of Islamic jurisprudence also consider the ownership of land and its sale and purchase as permissible. They are also of the view that the land should be owned by individuals rather than be in the collective ownership.

اسلام جس طرح اشیائے صرف پر فرد کو ملکیت کا مکمل حق دیتا ہے بالکل ایسا ہی یہ حق فرد کو زمین کی ملکیت پر بھی دیتا ہے، کہ اگر ایک شخص اپنی ذاتی اور انفرادی ملکیت میں زمین رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے۔ اسے اس کا اختیار اور حق حاصل ہے۔ اور یہ حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور رسالت میں بھی لوگوں کو حاصل تھا اور پھر اس کے بعد خلفائے راشدین اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں بھی لوگوں کو یہ حق حاصل رہا۔ اسی وجہ سے جمہور فقہائے کرام بھی اس بات کے قائل ہیں کہ جس طرح عام اشیاء کی خرید وفروخت جائز ہے بالکل اسی طریقے سے زمین کی خرید وفروخت بھی جائز اور درست ہے۔ اور ملک وقوم کا فائدہ بھی اسی میں ہے کہ زمین انسان کی ذاتی ملکیت میں دے دی جائے۔ اسلام اس پر پابندی نہیں لگا تا بلکہ حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

موجودہ دور کے بعض محققین نے اس کے عدم جواز پر رائے دی ہے۔ اور وہ زمین کو انفرادی ملکیت کے بجائے اجتماعی ملکیت میں دیتے ہیں۔ لہذا زمینی ملکیت کا مسئلہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا جائے تو مناسب ہوگا۔

سہولت کے لئے اس بحث کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

حصہ اول۔ زمینی ملکیت کا ثبوت قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں۔

حصہ دوم۔ زمینی ملکیت کا ثبوت فقہاء اور علماء کی آراء سے۔

[1] استاذ شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

حصہ اول

زمینی ملکیت کا ثبوت قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں

قرآن کریم کی وہ تمام آیات جن میں اللہ پاک نے زمینوں اور باغوں کی نسبت انسان کی طرف فرمائی ہے، ایسی تمام آیات انسان کیلئے زمین کی شخصی ملکیت کا ثبوت پیش کرتی ہیں۔ اور ایسی آیات بہت سی ہیں۔ اللہ پاک کا زمینوں اور باغوں کی نسبت انسان کی طرف کرنا ان چیزوں پر انسان کی انفرادی ملکیت کو تسلیم کرنا ہے۔ گویا کہ ان تمام اشیاء کی نسبت اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف بھی ہے اور واضح آیات میں ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہ ہوگا کہ اب یہ اشیاء انسانوں کی ذاتی ملکیت میں نہیں آسکتی ہیں۔ اس لئے کہ ملکیت کی دونوں حیثیتوں میں فرق ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالی کی ملکیت ملکیت حقیقی جبکہ اس کے مقابلے میں انسانوں کی ملکیت عارضی ہے۔ جیسا کہ مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں

> ''اس سے صاف واضح ہوگیا کہ کسی چیز کا ''اللہ کی ملکیت'' یا ''اللہ ہی کی ملکیت'' ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیوی احکام کے لحاظ سے وہ کسی انسان کی انفرادی ملکیت نہیں بن سکتی بلکہ اس سے ملکیت کے اسی بنیادی تصور کی طرف اشارہ ہے کہ ''حقیقی ملکیت'' ہر چیز پر اللہ ہی کی ہے، وہ زمین ہو یا مکان، کھانا کپڑا ہو یا دوسرا ساز وسامان، ان سب چیزوں کا مالک حقیقی اللہ تعالی ہی ہے۔ چنانچہ اس کو مکمل اختیار حاصل ہے وہ جس کو چاہے یہ چیزیں دیدے، جس سے چاہے، واپس لے لے، اور جس کسی کو دے، ان کو جن شرائط کا چاہے، پابند کر دے، لیکن اسی ''حقیقی ملکیت'' کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خاص شرائط اور احکام کے ساتھ ان اشیاء پر ایک ''قانونی ملکیت'' عطا فرما رکھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے قوانین واحکام کے لحاظ سے ایسے انسانوں کو ان چیزوں کا مالک سمجھا جائے گا، اور وہ شرعی احکام کے دائرے میں رہتے ہوئے ان اشیاء پر مالکانہ تصرف کے مجاز ہوں گے۔ اس معاملے میں زمین اور اشیائے صرف میں اللہ تعالیٰ نے کوئی فرق روا نہیں رکھا بلکہ تمام اشیاء کو ایک ہی حکم میں قرار دیا ہے'' (۱)

علاوہ ازیں قرآن کریم ایک کتاب مبین ہے جس میں حلال وحرام اور جائز وناجائز سے متعلق اس امت کو آگاہ کیا گیا ہے۔ جو اشیاء حرام ہیں ان کا بیان واضح الفاظ کے ساتھ فرمایا ہے مثلاً شراب، خنزیر، مردار اور سود وغیرہ۔ یہ چیزیں کلی طور پر انسان کے لئے حرام اور ناجائز قرار دیدی گئی ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر زمین کی نجی اور انفرادی ملکیت حرام اور ناجائز ہوتی اور یہ دوسرے لوگوں پر ظلم ہوتا تو اس اہم مسئلہ کو اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی بے شمار آیتوں میں سے کسی ایک آیت میں ضرور بیان فرماتا۔ لیکن اس حوالے سے ایسا کوئی ذکر موجود نہیں ہے تو دور رسالت نے اس کی تشریح کر دی ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

احادیث کے ذخیرہ سے بھی زمینی ملکیت کا ثبوت بڑی وضاحت کے ساتھ فراہم ہوتا ہے۔ اور اس کی بہت سی مثالیں

موجود ہیں۔

زمین اپنی ملکیت میں رکھنے کا حکم

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں

"کانت لرجال منا فضول ارضین فقالوا نؤاجرها بالثلث و الربع و النصف فقال النبی ﷺ من کانت له ارض فلیزرعها أو لیمنحها اخاه فان ابی فلیمسک ارضه"(۲)

ترجمہ۔ ہم میں سے بعض لوگوں کے پاس ضرورت سے زائد زمینیں تھیں تو لوگوں نے کہا کہ ہم ان زمینوں کو تہائی، چوتھائی اور نصف پیداوار پر دیدیں گے جس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہے اسے یا تو وہ خود کاشت کرے یا اپنے بھائی کو دیدے۔ اور اگر وہ اس طرح نہیں کرتا تو پھر اپنی زمین کو یوں ہی روکے رکھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

"من کانت له ارض فلیزرعها أو لیمنحها اخاه فان ابی فلیمسک ارضه"(۳)

ترجمہ۔ جس کے پاس زمین ہے اسے یا تو وہ خود کاشت کرے یا اپنے بھائی کو دیدے۔ اور اگر وہ اس طرح نہیں کرتا تو پھر اپنی زمین کو یوں ہی روکے رکھے۔

ان دونوں روایات میں ایک تو "له" میں لام ملکیت کے لئے ہے جو کہ انسان کی ذاتی ملکیت پر دلالت کرتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی زمین کسی کو نہ دینا چاہے تو اسے اپنی زمین روکنے کا اختیار حاصل ہے۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی زمین کی ذاتی اور انفرادی ملکیت کے حوالے سے واضح دلیل ہے، جیسا کہ مفتی تقی عثمانی اپنی کتاب "تکملہ فتح الملہم" میں اس حدیث کی روشنی میں تحریر فرماتے ہیں

"فکأنه ﷺ خیر صاحب الارض بین ثلاثة اشیاء اما ان یزرعها بنفسه و اما ان یمنحها غیره و اما یترکها من غیر زراعة فلولا ان الرجل مالک للارض لماکان له ان یترکها من غیر مزروعة و ان هذا الشق الثالث الاخیر دلیل و اضح علی اثبات الملکیة الشخصیة"(۴)

ترجمہ۔ گویا کہ رسول اللہ ﷺ نے زمین کے مالک کو تین قسم کی چیزوں کے درمیان اختیار دیا ہے کہ یا تو خود اسے کاشت کرے یا کسی اور کو دیدے اور یا بغیر کاشت کئے یوں ہی چھوڑے رکھے۔ اگر انسان اپنی زمین کا مالک نہ ہوتا تو اس کے لئے یوں ہی اپنی زمین کو بغیر کاشت کئے چھوڑنا جائز نہ ہوتا۔ اور یہ آخری تیسری صورت انسان کی شخصی ملکیت کے اثبات کی واضح دلیل ہے۔

مفتی محمد تقی عثمانی کی اس وضاحت سے یہ بھی پتا چلا کہ اگر انسان اپنی زمین کا مالک نہ ہوتا تو اسے اپنی زمین بغیر کاشت کے یوں ہی چھوڑ دینے کی اجازت نہ ہوتی بلکہ کسی دوسرے کو جلد از جلد دینے کا حکم ہوتا، تاکہ دوسرا اسے کاشت کرے اور اس زمین سے باقی لوگوں کو فائدہ ہو۔ لیکن اس طرح کا بھی کوئی حکم نہیں دیا گیا، اسی وجہ سے کہ انسان اپنی زمین کا مالک ہے۔ اور وہ شرعاً اپنی زمین کسی دوسرے کو دینے یا نہ دینے کا حق محفوظ رکھتا ہے۔

اپنی زمین ہبہ کرنے اور عاریت پر دینے کا حکم

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا

"من كانت له ارض فليهبها أو ليعمرها" (۵)

ترجمہ۔ جس کی ملکیت میں زمین ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اسے ہبہ کردے یا عاریت پر دیدے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت میں ایک تو "لہ" میں لام ملکیت کے لئے ہے، جس سے زمین کی ذاتی اور انفرادی ملکیت ثابت ہوتی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اس حدیث میں اپنی زمین کسی دوسرے کو ہبہ کرنے اور عاریت پر دیدینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہ بھی زمین کی نجی اور انفرادی ملکیت پر ایک واضح دلیل ہے۔ کیونکہ کوئی بھی شخص اسی شے کو ہبہ اور عاریت کے طور پر دے سکتا ہے جس کا وہ مالک ہو، کسی دوسرے کی شے کو ہبہ اور عاریت پر دینے کا اختیار اور حق کسی کو حاصل نہیں۔

زمینی ملکیت کے فیصلے

دور رسالت سے اس قسم کے واقعات بھی ملتے ہیں جن میں آپ ﷺ نے صاحب زمین کے لئے زمین کا فیصلہ فرمایا ہے اور یہ فیصلہ ذاتی اور نجی ملکیت کا ہی تھا جیسا کہ حضرت عروہ اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں

"فاختصم رجلان من بياضة الى رسول الله ﷺ غرس احدهما نخلا فى ارض الأخر فقضى رسول الله ﷺ لصاحب الارض بارضه امر صاحب النخل ان يخرج نخله منها" (۶)

ترجمہ۔ دو آدمی بیاضہ نامی قبیلے سے تعلق رکھنے والے آپ ﷺ کی خدمت میں یہ جھگڑا لائے کہ ایک نے دوسرے کی زمین میں درخت لگائے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے صاحب زمین کے لئے زمین کا فیصلہ فرمایا اور کھجور کے درختوں کے مالک سے فرمایا کہ وہ اپنے درختوں کو اس زمین سے نکال لے۔

حضرت علقمہ ابن وائل اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں

"جاء رجل من حضر موت ورجل من كندة الى النبى ﷺ فقال الحضرمى يا رسول الله ان هذا غلبنى على ارض لى فقال الكندى هى ارضى و فى يدى ليس له فيها حق فقال النبى

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للحضرمی ألک بینة قال لاقال فلک یمینة قال یارسول اللہ ان الرجل فاجر لایبالی علی ما حلف علیہ ولیس یتورع من شیء قال لیس لک منہ الاذلک قال فانطلق الرجل لیحلف لہ فقال رسول اللہ لما ادبر لئن حلف علی مالہ لیاکلہ ظلما لیلقین اللہ وھو عنہ معرض "(۷)

ترجمہ۔ایک شخص حضرموت اور دوسرا شخص کندہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا۔حضرمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول اس نے میری زمین پر قبضہ کیا ہے۔کندی کہنے لگا کہ وہ میری زمین ہے اور میرے قبضے میں ہے۔ اس کا اس میں کوئی حق نہیں۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرمی سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس گواہ ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر تمہارے لئے قسم کے ذریعے فیصلہ ہوگا (یعنی کندی قسم اٹھائے گا) جس پر حضرمی کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول یہ فاسق انسان ہے اسے قسم کی کوئی پرواہ نہیں اور یہ کسی چیز سے نہیں بچتا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تیرے لئے قسم کے علاوہ کچھ نہیں (یعنی قسم ہی پر فیصلہ ہوگا) راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص قسم اٹھانے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لوٹنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس شخص نے اس آدمی کے مال پر اگر قسم اس وجہ سے اٹھائی ہے تا کہ اس کے مال کو ناحق کھالے تو یہ (قیامت والے روز) اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس سے اعراض فرمائے گا۔

ان واقعات سے اس بات پر ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ زمین انسان کی ذاتی اور انفرادی ملکیت میں داخل ہوسکتی ہے۔اس لئے کہ زمین کا فیصلہ ایک انسان کے حق میں کیا جارہا ہے۔اگر ایک انسان انفرادی طور پر زمین کا مالک نہ ہوسکتا تو زمین کا فیصلہ کسی انفرادی انسان کے لئے بھی نہ ہوتا اور رسول اللہ علیہ السلام خود اس قسم کے فیصلے نہ فرماتے۔

مواتی زمین آباد کرنے والے کیلئے زمین کی ملکیت کا حکم

وہ روایتیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی مواتی زمین کو آباد کرنے والے کے لئے اس زمین کی ملکیت کا حق دیا ہے۔ان سے بھی زمین پر انفرادی ملکیت کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"من احیا ارضاً میتةً فھی لہ ولیس لعرق ظالم حق "(۸)

ترجمہ۔جس نے کسی مردہ زمین کو آباد کیا تو وہ زمین اسی کیلئے ہے۔اور کسی ناحق آباد کار کے لئے کوئی حق نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"من اعمر ارضاً لیست لاحد فھو احق "(۹)

ترجمہ۔جو شخص کسی ایسی زمین کو آباد کرے جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو تو وہ شخص اس زمین کا زیادہ حقدار ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

"اشھدان رسول اللّٰہ ﷺ قضی ان الارض ارض اللّٰہ والعباد عباد اللّٰہ ومن احی مواتا فھواحق بہ" (۱۰)

ترجمہ۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ زمین اللہ کی ہے اور بندے بھی اسی کے ہیں۔ اور جس نے کسی مردہ زمین کو آباد کیا تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

"العباد عباد اللّٰہ والبلاد بلاد اللّٰہ فمن احیا من موات الارض شیئا فھولہ ولیس لعرق ظالم حق" (۱۱)

ترجمہ۔ بندے سب کے سب اللہ کے ہیں اور شہر سب کے سب اللہ کے ہیں۔ پس جس نے کسی مردہ زمین کو آباد کیا تو وہ اسی کی ہے۔ اور کسی ناحق آباد کار کے لئے کوئی حق نہیں ہے۔

ان روایات میں کسی مواتی زمین کو آباد کرنے والے کے لئے زمین کی نجی ملکیت کا فیصلہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زمین کی نجی ملکیت کو تسلیم فرمایا ہے۔ اور مزید صراحت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ یہ بھی فرمارہے ہیں کہ جس نے اس زمین کو آباد نہیں کیا اس کا اس زمین پر کوئی حق نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ انسان اپنی انفرادی ملکیت میں زمین رکھ سکتا ہے۔

مواتی زمین کی آبادی میں حاکم کی اجازت کی حیثیت

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس سلسلے میں علی الاطلاق حاکم کی اجازت کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں اگر زمین شہر کے قریب ہے تو حاکم کی اجازت ضروری ہے ورنہ نہیں۔ البتہ شوافع، حنابلہ اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک حاکم کی اجازت کسی بھی صورت میں ضروری نہیں ہے بلکہ یہ حکم استحبابی ہے۔

اب یہاں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کی خاص طور پر وضاحت ضروری ہے کیونکہ اسی پر عمل ہو رہا ہے اور ریاست کا نظم بھی اسی کا تقاضا کرتا ہے۔ لیکن سب سے پہلے مواتی زمین کونسی زمین کہلاتی ہے۔؟ اس سلسلے میں صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

"الموات مالا ینتفع بہ من الاراضی لانقطاع الماء عنہ او لغلبۃ الماء علیہ او ماشبہ ذلک مما یمنع الزراعۃ" (۱۲)

ترجمہ۔ مواتی زمین وہ ہے جس سے فائدہ نہ اٹھایا جاسکتا ہو پانی نہ ہونے یا زیادہ ہونے کی وجہ سے۔ یا اس طرح کی کوئی دوسری وجہ جو زراعت کے بیچ رکاوٹ بنے۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی رحمہ اللہ اس سلسلے میں مذہب احناف کی مزید وضاحت اس طرح فرماتے ہیں:

"الارض الموات: ھی ارض خارج البلد، لم تکن ملکاً لاحد و لا حقالہ خاصاً۔ ففی داخل البلد لایکون مواتا اصلا۔ و کذا ما کان خارج البلد مرافقھا محتطبا لاھلھا او مرعی لھم فلایجوز احیاء

ماقرب من العامر لانہ من مرافقہ التابعة لہ و یترک مرعی لاھل القریة و مطرحا لحصائدھم لتحقق حاجتھم الیھا فلایکون مواتا کالطریق والنھر "(۱۳)

ترجمہ۔ مواتی زمین وہ زمین ہے جو شہر سے باہر ہو۔ کسی کی ملکیت بھی نہ ہو اور نہ ہی اس پر کسی کا کوئی خاص حق ہو۔ شہر کے اندر کی زمین موات بالکل بھی نہیں ہوگی۔ اور اسی طرح وہ زمین جو شہر سے باہر ہے لیکن اس سے شہر کو فائدہ ہے، مثلاً شہر والے اس سے لکڑیاں لاتے ہیں یا ان کی چراگاہیں ہیں۔ پس آبادی کے قریب والی زمین کو آباد کرنا جائز نہیں اس لئے کہ یہ آبادی کے منافع میں سے ہے اور اس کے تابع ہے۔ اور اسے بستی والوں کی چراگاہ اور کھیتیاں کھانے کیلئے چھوڑ دیا جائے گا ان کی ضرورت ثابت ہونے کی وجہ سے۔ لہذا راستہ اور نہر کی طرح یہ زمین موات نہیں ہوگی۔

بالا اقتباسات کی روشنی میں احناف کے ہاں شہر کے اندر کی زمین مواتی کبھی نہیں ہوسکتی اور باہر کی زمین بھی اس صورت میں مواتی ہوسکتی ہے جب اس کا مالک معلوم نہ ہو اور اس زمین سے شہر والوں کو کوئی فائدہ بھی نہ ہو۔ اگر شہر والے اس زمین سے اپنی ضرورتیں پوری کررہے ہیں تو ایسی زمین بھی مواتی نہیں ہوسکتی ہے۔

اب شہر سے باہر کی مواتی زمین کا کیا حکم ہے۔؟ کون اس کا مالک ہوسکے گا۔؟

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی رو سے جو اسے آباد کرے گا وہی مالک ہوگا البتہ ریاستی نظم کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے اصولوں کی روشنی میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایسی زمین کی ملکیت کیلئے علی الاطلاق حاکم کی اجازت کو شرط قرار دیتے ہیں۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں اگر ایسی زمین شہر سے قریب ہے تو حاکم کی اجازت لازم ہے ورنہ نہیں۔ امام احمد بن حنبل، امام شافعی اور صاحبین رحمہم اللہ اس سلسلے میں حاکم کی اجازت کو شرط نہیں ٹھہراتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وقال الصاحبان والشافعی والحنابلة: من احیا ارضا مواتا تملکھا وان لم یاذن لہ فیھا الامام, اکتفاء باذن رسول اللہ ﷺ: "من احیا ارضا میتة فھی لہ" الصادر بطریق الشرع والنبوة, ولانہ مال مباح کالاحتطاب والاصطیاد, سبقت الیہ ید المحیی, فیملکہ۔ ویؤیدہ حدیث البخاری عن عائشة: "من عمر ارضا لیست لاحد فھو احق بھا" فظاھرہ انہ لایشترط اذن الامام لکن یستحب استئذانہ"(۱۴)

ترجمہ۔ صاحبین، شوافع اور حنابلہ کہتے ہیں: جس نے مردہ زمین آباد کی وہ اس کا مالک ہے اگرچہ حاکم نے اسے اس کی اجازت نہ دی ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی اس اجازت پر اکتفاء کرتے ہوئے "جس نے مردہ زمین کو آباد کیا تو وہ اسی کی ہے۔" اور یہ حکم بطور شرع اور نبوت ہے۔ اور اس لئے کہ یہ لکڑیاں چننے اور شکار کرنے کی طرح مال مباح ہے۔ اس کی طرف آباد کرنے والے نے سبقت کی ہے تو وہ اس کا مالک ہے۔ اور اس کی تائید

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سے مروی اس روایت سے بھی ہوتی ہے ”جس نے ایسی زمین آباد کی جو کسی کی نہ ہوتو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔“ اس حدیث کا ظاہر بتلاتا ہے کہ حاکم کی اجازت شرط نہیں ہے۔لیکن اجازت لے لینا مستحب ہے۔

ان حضرات نے مواتی زمین کو لکڑیوں اور شکار پر قیاس کرتے ہوئے مال مباح قرار دے دیا ہے۔اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد چونکہ علی الاطلاق ہے لہٰذا اس بنیاد پر ان حضرات کے ہاں حاکم کی اجازت اس کیلئے شرط نہ ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے امام کاسانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”ولابی حنیفة علیه الرحمة ماروی عن النبی ﷺ انه قال لیس للمرء الا ماطابت به نفس امامه فاذالم یاذن فلم تطب نفسه به فلا یکون له ولان الموات غنیمة فلابد للاختصاص به من اذن الامام کسائر الغنائم۔ والدلیل علیه ان غنیمة اسم لمااصیب من اهل الحرب بایجاف الخیل والرکاب والموات کذلک لان الارض کلها کانت تحت ایدی اهل الحرب استولی علیها المسلمون بخلاف الصید والحطب والحشیش لانها لم تکن فی ید اهل الحرب فجاز ان تملک بنفس الاستیلاء واثبات الید علیها“(۱۵)

ترجمہ۔اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل نبی کریم ﷺ کی یہ روایت ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کیلئے وہی جائز ہے جو اسے اس کا حاکم خوشی سے دے، جب اس نے اجازت نہیں دی تو اس پر اس کا نفس خوش نہیں۔تو وہ چیز اس کی نہ ہوگی۔اور مزید یہ کہ مواتی زمین غنیمت ہے لہٰذا اس کیلئے حاکم کی اجازت کا خاص ہونا لازم ہے۔جیسا کہ تمام غنیمت کے اموال کا یہی حکم ہے۔اور اس پر دلیل یہ ہے کہ غنیمت اسی مال کو کہا جاتا ہے جو کافروں کی طرف سے ملے گھوڑوں اور اونٹوں کو دوڑانے کے ساتھ۔اور مواتی زمین کا بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ وہ پوری زمین کافروں کی تھی جس پر مسلمانوں نے جبری اور زبردستی غلبہ حاصل کرلیا۔لہٰذا یہ مکمل زمین غنیمت کے حکم میں ہوگی۔پس باقی اموال غنیمت کی طرح اس کا بھی یہ حکم ہوگا کہ کچھ مسلمان حاکم کی اجازت کے بغیر ایسی زمین کے مالک نہیں ہوسکتے ہیں۔بخلاف شکار، لکڑیوں اور گھاس کے کہ وہ کافروں کی ملکیت نہیں تھیں تو جو اس پر غلبہ حاصل کرکے اس پر اپنی ملکیت ثابت کردے وہ مالک ہوگا۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی رحمہ اللہ اس حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

”ان یکون الاحیاء عند ابی حنیفة باذن الحاکم, لحدیث۔” لیس للمرء الا ماطابت به نفس امامه“ فاذا لم یاذن لم تطب نفسه به۔ ولان هذه الاراضی کانت فی ایدی الکفرة ثم صارت فی ایدی المسلمین فهی فییئ۔ والامام هو المختص بتوزیع الفییئ کالغنائم“(۱۶)

ترجمہ۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں زمین کی آبادی حاکم کی اجازت سے ہو اس حدیث کی وجہ سے کہ آدمی کیلئے اس کے حاکم کی رضا کے بغیر کوئی چیز جائز نہیں۔ جب اس نے اجازت نہیں دی تو وہ اس پر رضی نہیں۔ نیز اس لئے کہ یہ زمینیں کافروں کے قبضہ میں تھیں اور پھر مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں۔ تو یہ فیئ ہیں اور حاکم اموال غنیمت کی طرح فیئ کی تقسیم کے ساتھ بھی خاص ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مواتی زمین کو مال غنیمت قرار دیتے ہیں اس لئے کہ یہ زمینیں کافروں کی ملکیت میں تھیں اور پھر مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں۔ اور اسی کو غنیمت کہا جاتا ہے، جس کی تقسیم حاکم کی اجازت کے بغیر درست نہیں ہے۔ لہٰذا مواتی زمین کیلئے حاکم کی اجازت لازمی ہے۔ لکڑیوں اور شکار وغیرہ پر قیاس کرنا اس لئے درست نہ ہوگا کہ یہ چیزیں کافروں کی ملکیت نہیں تھیں، تو ایسی اشیاء پر ملکیت ثابت کرنے کیلئے حاکم کی اجازت بھی لازم نہ ہوگی۔ ریاست اور حکومت کا نظم بھی اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس معاملے میں حاکم کی اجازت لازم ہو ورنہ آج کل کی ہاؤسنگ سوسائیٹیاں ملک کی ساری غیر آباد زمینوں پر قابض ہو جائیں اور اپنے کاروبار کو پھیلائیں۔ ریاستی نظم کے حوالے سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے اتنی مضبوط اور سودمند ہے کہ آج وہ مملکتیں جو فقہ شافعی اور فقہ حنبلی پر عمل پیرا ہیں، اس معاملہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی کی رائے کو اپنے ہاں قانون کا درجہ دیتی ہیں۔

کسی کی ذاتی زمین غصب کرنے پر وعیدیں

وہ روایات جن میں آپ ﷺ نے کسی کی زمین ناحق غصب کرنے پر وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

"من ظلم قید شبر من الارض طوقہ من سبع ارضین" (١٧)

ترجمہ۔جس نے ایک بالشت بھر زمین کسی سے ظلماً چھین لی تو اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

"قلت یا رسول اللّٰہ أی الظلم اظلم۔ فقال ذراع من الارض ینقصہا المرء المسلم من حق اخیہ الا طوقہا یوم القیامۃ الی قعر الارض ولا یعلم قعرھا الا اللّٰہ الذی خلقھا" (١٨)

ترجمہ۔میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول سب سے بڑا ظلم کونسا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر ایک گز زمین بھی کوئی مسلمان اپنے بھائی کے حق میں سے کم کرے تو اسے قیامت والے روز زمین کی تہہ تک اس کے گلے میں طوق بنا دیا جائے گا۔ اور زمین کی تہہ کا علم اس اللہ کے سوا کسی کو نہیں جس نے اسے پیدا کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

"من غصب رجلا ارضا ظلما لقی اللّٰہ وعلیہ غضبان" (۱۹)

ترجمہ۔ جو شخص کسی دوسرے شخص سے کوئی زمین ظلماً چھین لے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔

بلاشبہ کسی کی زمین چھین لینے پر غاصب کیلئے یہ وعیدیں غیر معمولی وعیدیں ہیں۔ لہذا ان تمام روایات سے اس بات کا ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ زمین کی نجی اور انفرادی ملکیت جائز اور درست ہے۔ اگر زمین کی نجی اور انفرادی ملکیت جائز نہ ہوتی تو کسی شخص کی زمین غصب کرنے پر اتنی سخت وعیدیں نہ سنائی جاتیں۔ اور اس پر اتنے سخت ردعمل کا اظہار نہ ہوتا۔

اجتماعی املاک میں پانی، گھاس، نمک اور آگ کا ذکر

وہ روایات جن میں رسول اللہ ﷺ نے پانی، گھاس، نمک اور آگ کو اجتماعی ملکیت میں سے قرار دیدیا ہے لیکن ان روایات میں زمین کا ذکر موجود نہیں ہے۔ جیسا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے

"المسلمون شرکاء فی الکلاء والماء والنار" (۲۰)

ترجمہ۔ تمام مسلمان گھاس، پانی اور آگ میں برابر کے شریک ہیں۔

اسی حوالے سے صاحب مشکوٰۃ نے ایک اور روایت بیان کی ہے جس میں گھاس کی جگہ نمک کا تذکرہ ہے

"عن عائشۃ انہا قالت یارسول اللّٰہ ما الشیئ الذی لایحل منعہ قال الماء والملح والنار قالت قلت یارسول اللّٰہ ھٰذا الماء قد عرفناہ فمابال الملح و النار قال یاحمیراء من اعطی نارا فکأنما بجمیع ما انضجت تلک النار ومن اعطی ملحا فکأنما تصدق بجمیع ماطیبت تلک الملح ومن سقی مسلما شربۃ من ماء حیث یوجد الماء فکأنما اعتق رقبۃ ومن سقی مسلما شربۃ من ماء حیث لایوجد الماء فکأنما احیاھا" (۲۱)

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کونسی چیزیں ہیں جنہیں دوسروں سے منع کرنا درست نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا پانی، نمک اور آگ۔ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کہتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ جہاں تک پانی کا تعلق ہے تو وہ سمجھ میں آتا ہے لیکن نمک اور آگ کی کیا وجہ ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے حمیرائ (یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لقب ہے) جس شخص نے کسی دوسرے کو آگ دی گویا کہ اس نے صدقہ کر دیا ان سب کو جسے اس آگ نے پکایا۔ اور جس نے کسی کو نمک دیا گویا کہ اس نے صدقہ کر دیا ان سب کو جسے اس نمک نے اچھا کر دیا۔ اور جس شخص نے کسی مسلمان کو ایک مرتبہ پانی پلایا اس طور پر

کہ پانی وہاں موجود تھا تو گویا کہ اس نے ایک غلام کو آزاد کردیا۔اور جس شخص نے کسی مسلمان کو ایک مرتبہ پانی پلایا اس طور پر کہ پانی وہاں موجود نہیں تھا تو گویا کہ اس نے اس مسلمان کو زندہ کردیا۔

ان دونوں روایات کو اگر یکجا کر دیا جائے تو اجتماعی ملکیت کے سلسلے میں فقط پانی، گھاس، نمک اور آگ کا بیان ہے، زمین کا تذکرہ کسی جگہ موجود نہیں۔اگر زمین بھی اجتماعی ملکیت میں سے ہوتی تو لامحالہ رسول اللہ ﷺ اس کا تذکرہ ان جیسی روایات میں ضرور فرماتے۔

زمین کی خرید وفروخت کا ذکر

رسالت مآب ﷺ کے دور رسالت میں اور حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دور خلافت میں زمین سے متعلق کچھ خرید وفروخت کے واقعات بھی ملتے ہیں جو زمین کی نجی اور انفرادی ملکیت کے جواز کے لئے واضح ثبوت ہیں۔ چنانچہ ''صحیح بخاری''میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے

''امر النبی ﷺ ببناء المسجد فقال یابنی النجار ثامنونی بحائطکم ھٰذا قالوا لاواللّٰہ لانطلب ثمنہ الا الی اللّٰہ''(۲۲)

ترجمہ۔نبی کریم ﷺ نے مسجد بنانے کا حکم کیا اور فرمایا کہ اے بنونجار تم اپنا یہ باغ مجھے کسی قیمت کے بدلے بیچ دو، جس پر انہوں نے کہا کہ نہیں، اللہ کی قسم ہم اس کی قیمت اللہ کے سوا کسی سے نہیں لیں گے۔

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

''من باع دارا ولم یشتر بثمنہا دارا لم یبارک لہ فیہا أوفی شیء من ثمنہا''(۲۳)

ترجمہ۔جس نے کوئی گھر فروخت کیا اور اس کی قیمت سے کوئی دوسرا گھر نہیں خریدا تو اس قیمت یا اس سے خریدی گئی کسی دوسری شے میں برکت نہیں ہوگی۔

اسی طرح امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں

''اشتری نافع بن عبدالحارث من صفوان بن امیة دارصفوان بن امیة باربع مائة--------قد اشتری عمربن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ من صفوان بن امیة دارا باربعة الف درھم''(۲۴)

ترجمہ۔نافع بن عبدالحارث نے صفوان بن امیہ سے ان کا گھر چار سو میں خریدا۔---------

تحقیق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صفوان بن امیہ سے چار ہزار درہم میں گھر خریدا۔

تھوڑا سا آگے چل کر امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید لکھتے ہیں

"باع حکیم بن حزام دار الندوۃ من معاویۃ بن ابی سفیان بمائۃ الف"(۲۵)

ترجمہ۔حکیم بن حزام نے معاویہ بن ابی سفیان سے ندوہ کا گھر ایک ہزار میں خریدا۔

حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "تاریخ بغداد" میں تحریر فرماتے ہیں

"اشتری عبداللہ ارضا من ارض الخراج"(۲۶)

ترجمہ۔عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خراجی زمین خریدی۔

یہ واقعات بتلاتے ہیں کہ فرد اپنی نجی ملکیت میں زمین رکھ سکتا ہے۔صحابہ کرام کا طریقہ کار بھی یہی رہا ہے اور ہمیں صحابہ کرام کے طریقوں پر بھی عمل کا حکم ہے۔قرآن کریم زمین کی انفرادی ملکیت پر پابندی نہ لگا رہا ہو اور صحابہ کرام اپنی ذاتی ملکیت میں زمینیں بھی رکھ رہے ہوں تو امت مسلمہ کیلئے اس میں سہولت اور خیر کا سامان ہے۔

حرمین کی توسیع اور مسئلہ ملکیت زمین

امام ازرقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب "تاریخ مکہ" میں لکھتے ہیں

"عن ابن جریج قال کان المسجد الحرام لیس علیہ جدران محاطۃ انما کانت الدور محدقۃ بہ من کل جانب غیر ان بین الدور ابوابا یدخل منہا الناس فاشتریٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دورا فہدمہا، وھدم علی من قرب من المسجد وابی بعضھم ان یاخذ الثمن وتمنع من البیع فوضعت اثمانا فی خزانۃ الکعبۃ حتی اخذوھا بعد، ثم احاط علیہ جدارا قصیرا و قال لہم عمر انما نزلتم علی الکعبۃ فھو فناءھا ولم تنزل الکعبۃ علیکم ثم کثر الناس فی زمن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فوسع المسجد و اشتری من قوم وابی اخرون ان یبیعوا فہدم علیہم فصیحوا بہ فدعاھم فقال انما جراکم علی حلمی عنکم فقد فعل بکم عمر ھذا فلم یصح بہ احد فاحتذیت علی مثالہ فصیحتم بی ثم امر ھم بہ الی الحبس حتی کلمہ فیہم عبداللہ بن خالد بن اسید فترکھم"(۲۷)

ترجمہ۔حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ ابتداء میں مسجد حرام کے اردگرد کوئی چاردیواری نہیں تھی بلکہ اسے ہر طرف سے گھروں نے گھیرا ہوا تھا اور گھروں کے درمیان دروازے تھے، جن کے ذریعے سے لوگ مسجد میں داخل ہوتے تھے (پھر جب مسجد تنگ ہونے لگی) تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھروں کو خرید کر منہدم کر دیا اور جن افراد کے گھر مسجد کے بالکل قریب تھے انہیں بھی منہدم کروا دیا لیکن بعض لوگوں نے قیمت لینے اور مکان فروخت کرنے سے انکار کر دیا تو ان کے مکانات کی قیمتیں کعبہ کی الماری میں رکھ دی گئیں جو کہ بعد

میں انہوں نے لے لیں۔ بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کے اردگرد ایک چھوٹی سی دیوار بنوادی اور جو لوگ اپنے مکان فروخت کرنے سے انکار کر رہے تھے ان سے آپ نے فرمایا کہ تم لوگ کعبے پر آ کر اتر گئے ہو جبکہ اس جگہ کعبہ کا صحن تھا، کعبہ تم پر آ کر نہیں اترا۔ پھر بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بلوایا اور فرمایا کہ میری بردباری نے تم لوگوں کو جری کر دیا ہے۔ حضرت عمر نے تم لوگوں کے ساتھ یہی معاملہ کیا تھا اور اس پر کسی نے احتجاج نہیں کیا۔ میں انہیں کے نقش قدم پر چلا تو تم احتجاج کرتے ہو۔ پھر ان لوگوں کو قید کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن خالد بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے بات کی تو ان کو چھوڑ دیا۔

اس کے علاوہ مزید ایک واقعہ جس میں مسجد نبوی کی توسیع کے دوران کچھ اسی طرح کا واقعہ پیش آیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

”لما اراد عمر بن خطاب رضی اللّٰہ عنہ ان یزید فی مسجد رسول اللّٰہ ﷺ وقعت زیادته الی دار العباس بن عبد المطلب رضی اللّٰہ عنہ فاراد عمر ان یدخلھا فی مسجد رسول اللّٰہ ﷺ ویعوضہ منہا فابی وقال قطیعة رسول اللّٰہ ﷺ واختلفا، فجعلا بینہما ابی بن کعب رضی اللّٰہ عنہ فأتیاہ فی منزلہ وکان یسمی سید المسلمین فأمر لہما بوسادۃ فالقیت لہما فجلسا علیہا بین یدیہ فذکر عمر ما أراد وذکر العباس قطیعة رسول اللّٰہ ﷺ فقال ابی ان اللّٰہ عزوجل امر عبدہ ونبیہ داؤد علیہ السلام ان یبنی لہ بیتا قال ای رب واین ھٰذا البیت؟ قال حیث تری الملک شاھر اسیفہ فرأہ علی الصخرۃ واذا ماھناک یومئذ اندر لغلام من بنی اسرائیل فاتاہ داؤد فقال انی امرت ان ابنی ھٰذا المکان بیت اللّٰہ عزوجل فقال لہ الفتی اللّٰہ امرک ان تاخذ منی بغیر رضای؟ قال لا فاوحی اللّٰہ الی داؤد علیہ السلام انی قد جعلت فی یدک خزائن الارض فارضہ فاتاہ داؤد فقال انی قد امرت برضاک فلک بھا قنطار من ذھب قال قد قبلت یا داؤد! وھی خیر ام القنطار؟ قال بل ھی خیر قال فارضنی قال فلکی بھا ثلاث قناطیر قال فلم یزل یشدد علی داؤد حتی رضی منہ بتسع قناطیر فقال العباس الیس قد قضیت لی بھا؟ وصارت لی؟ قال بلی قال فانی اشھدک انی قد جعلتہا لہ“(۲۸)

ترجمہ۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی ﷺ میں توسیع کا ارادہ کیا تو جس طرف سے توسیع کرنا چاہتے تھے اس طرف حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان درمیان میں آ گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے مسجد میں داخل کرنے کیلئے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو معاوضہ دینا چاہا، جس کا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ زمین مجھے رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائی تھی۔ جب دونوں میں اختلاف ہوا تو دونوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے درمیان ثالث مقرر کر دیا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پر پہنچے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''سید المسلمین'' (یعنی مسلمانوں کا سردار) کہا جاتا تھا، انہوں نے دونوں کو تکیہ پیش کیا، یہ دونوں حضرات ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ارادے کا اظہار کیا اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ یہ زمین مجھے رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائی تھی۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں حضرات کی بات سننے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور نبی حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے گھر بنائیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اے پروردگار یہ گھر کہاں ہو؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس جگہ پر جہاں تم دیکھ رہے ہو کہ ایک فرشتہ اپنی تلوار سونتے کھڑا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرشتے کو صخرہ کے مقام پر دیکھا لیکن اس وقت وہاں ایک بنی اسرائیلی لڑکے کا مکان تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس لڑکے کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو کہا کہ مجھے حکم ملا ہے کہ اس جگہ پر اللہ تعالیٰ کا گھر بناؤں۔ اس لڑکے نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ یہ مکان آپ مجھ سے میری رضامندی کے بغیر لے لیں ؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ میں نے تمہارے ہاتھ میں زمین کے خزانے دیدیئے ہیں لہٰذا تم اسے راضی کرو۔ حضرت داؤد علیہ السلام پھر اس لڑکے کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے فرمانے لگے کہ مجھے یہ حکم ملا ہے کہ تمہیں راضی کروں، لہٰذا میں تمہیں اس زمین کے بدلے میں ایک قنطار سونا دیتا ہوں۔ اس لڑکے نے کہا کہ اے داؤد میں نے اسے قبول کر لیا لیکن یہ بتائیں کی میری یہ زمین بہتر ہے یا یہ قنطار؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری یہ زمین بہتر ہے۔ اس لڑکے نے کہا کہ پھر مجھے راضی کیجیے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میں تمہیں تین قنطار دیتا ہوں۔ اس کے بعد اس لڑکے نے اپنے مطالبے میں اور سختی کی یہاں تک کہ نو قنطار پر راضی ہوا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ واقعہ سنا دیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ نے میرے حق میں فیصلہ نہیں کر دیا؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں۔ جس پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بعد فرمایا کہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا مکان بلا معاوضہ مسجد کو دیدیا۔

یہ دونوں واقعات حرمین شریفین کی توسیع کے حوالے سے پیش آئے اور ان واقعات سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ

انسان انفرادی اور ذاتی طور پر زمین کا مالک بن سکتا ہے۔ اگر انسان کے لئے انفرادی طور پر زمین کی ملکیت ناجائز اور حرام ہوتی تو پھر کسی انسان کے لئے زمین کی ملکیت کا فیصلہ ہی نہ ہوتا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نہ ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ کا بنونجار کو اپنی جگہ کی قیمت وصول کرنے کے لئے کہنا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا گھروں اور زمینوں کی خرید وفروخت کے معاملات کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ زمین انسان کی نجی اور انفرادی ملکیت کے تحت داخل ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ بغیر ملکیت کے اشیاء کے مابین خرید وفروخت کا معاملہ نہیں ہوسکتا۔ کسی بھی شے کا خریدنا یا فروخت کرنا اسی وقت درست ہوسکتا ہے کہ جب فروخت کرنے والا اس کا مالک ہو۔

اور پھر رسول اللہ ﷺ کے دور رسالت میں دینی احکامات کے نزول کا سلسلہ جاری تھا۔ قرآن کریم میں کچھ اس قسم کے واقعات ملتے ہیں کہ جب رسالت مآب ﷺ سے کوئی اجتہادی غلطی ہوئی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فوراً اس پر تنبیہ فرمائی اور اس عمل سے متعلق آپ ﷺ کو بہتر تعلیم دی کہ اس معاملہ میں آپ کو کیا کردار ادا کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب بنونجار کو ان کی زمین کی قیمت دینی چاہی تو اس وقت اگر زمین کی نجی اور ذاتی ملکیت اور اس کی خرید وفروخت حرام اور ناجائز ہوتی تو لامحالہ اللہ تعالیٰ اس پر کوئی تنبیہ فرماتے اور اس سے متعلق کوئی حکم ارشاد فرماتے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی کسی غلطی پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے تنبیہ کا نہ ہونا محال اور ناممکن سی بات ہے۔

حصہ دوم

زمینی ملکیت کا ثبوت فقہاء کی آراء سے

علم فقہ کے اولین ماخذ قرآن وسنت ہیں۔ ہمارے فقہائے کرام نے خاص طور پر ان دو ذرائع سے مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔لہذا قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہ کی بہت سی کتابوں میں اس قسم کے مسائل اور اقتباسات موجود ہیں جن سے زمینی ملکیت کا جواز فراہم ہوتا ہے۔ چنانچہ امام ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں

"وسبقه الی ذٰلک الملک الظاهر بيبرس فانه اراد مطالبته ذوی العقارات بمستندات تشهدلهم بالملک و الا انتزعها من ایدیهم متعللا بماتعلل به ذٰلک الظالم فقام علیه شیخ الاسلام الامام النووی رحمه اللّٰه تعالی واعلمه بان ذٰلک غایة الجهل والعناد وانه لایحل عند احد من علماء المسلمین بل من فی یده شیء فهو ملکه لایحل لاحد اعتراض علیه ولایکلف اثباته ببینة ولازال النووی رحمه اللّٰه تعالی یشنع علی السلطان ویعظه الی ان کف عن ذٰلک"(۲۹)

ترجمہ۔اس سے پہلے سلطان ظاہر بیبرس نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔اس کا ارادہ ہوا تھا کہ وہ زمین کے مالکوں سے ایسی اسناد کا مطالبہ کرے جو ان کی ملکیت کی گواہی دیتی ہوں، ورنہ وہ زمینیں ان سے لے لی جائیں۔اس مقصد کیلئے اس ظالم نے بہت سی چیزوں کا سہارا لیا تھا۔لیکن شیخ الاسلام علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے مقابلے کیلئے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اس طرح کرنا انتہائی درجے کی جہالت اور دھاندلی ہے۔مسلمان علماء میں سے کسی کے نزدیک بھی اس طرح کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ جو چیز جس کے قبضے میں ہے وہ اس کی ملکیت ہے۔کسی شخص کو بھی اس پر اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں اور نہ ہی اس کو اپنی ملکیت پر گواہی پیش کرنے کیلئے مجبور کرنا جائز ہے۔علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلطان کے اس ارادے کی تردید اور اسے نصیحت اس وقت تک کرتے رہے جب تک کہ وہ اپنے ارادے سے باز نہیں آیا۔

قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "کتاب الخراج" میں تحریر فرماتے ہیں

"وکل من اقطعه الولاة المهدیون ارضا من ارض السواد وارض العرب والجبال من الاصناف التی ذکرنا ان للامام ان یقطع منها فلایحل لمایاتی بعدهم من الخلفاء ان یرد ذٰلک ولایخرجه من یدی من هوفی یده وارثا أو مشتریا فاما ان اخذ الوالی من ید واحد ارضا و اقطعها اخرفهذا بمنزلة الغاصب غصب و احدا و اعطی اخرفلایحل للامام و

لایسعه ان یقطع احدا من الناس حق مسلم ولا معاهد ولا یخرج من یده من ذلک شیئا الا بحق یجب له علیه فیاخذه بذلک الذی وجب له علیه فیقطعه من احب من الناس بذلک جائز له والارض عندی بمنزلة المال فللامام ان یجیز من بیت المال من کان له غناء فی الاسلام ومن یقوی به علی العدو ویعمل فی ذلک بالذی یری انه خیر للمسلمین واصلح لامرهم وکذالک الارضون یقطع الامام منہا من احب من الاصناف التی سمیت ولا اری ان یترک ارضا لاملک لاحد فیہا ولا عمارة حتی یقطعہا الامام فان ذالک اعمر للبلاد واکثر للخراج"(۳۰)

ترجمہ۔اور زمین کی جن اقسام کے بارے میں ہم نے پیچھے ذکر کیا ہے کہ حاکم وہ زمینیں کسی کو بطور عطیہ دے سکتا ہے۔ان میں سے جو زمینیں پچھلے ہدایت یافتہ سربراہ حکومت نے جن لوگوں کو دی ہیں خواہ وہ عراق کی زمینیں ہوں یا عرب کی یا پہاڑوں کی۔بعد میں آنے والے خلفاء کیلئے جائز نہیں کہ وہ ان زمینوں کو ان سے واپس لیں۔اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں اب وہ زمینیں ہیں، خواہ انہیں بطور وراثت ملی ہوں، یا انہوں نے اصل مالکوں سے خرید کر حاصل کی ہوں، ان کے قبضے سے ان کو نکال دیا جائے۔اور رہی یہ بات کہ حاکموں کا ایک شخص سے زمین لے کر دوسرے کو دیدینا تو یہ بالکل غصب کے حکم میں ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک کا مال غصب کر کے حاکم نے دوسرے کو دیدیا، اور یہ حاکم کیلئے جائز نہیں۔اور اس بات کی قطعاً گنجائش نہیں کہ وہ کسی مسلمان یا اسلامی حکومت کے کسی غیر مسلم شہری کا حق چھین کر کسی اور کو دیدے۔ اور نہ ہی اس کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ اس زمین کو اس کے قبضے سے نکالے۔ہاں اگر حکومت کا کوئی حق کسی کے ذمے واجب ہو اور وہ اس واجب حق کی بناء پر وہ زمین اس سے لے لے، اور پھر وہ زمین اپنی صوابدید پر کسی اور شخص کو دیدے تو یہ اس کیلئے جائز ہے۔اور زمین میرے نزدیک عام اموال کی طرح ہے، اور حاکم کو یہ اختیار حاصل ہے کہ جس شخص سے بھی اسلام کو فائدہ پہنچتا ہو یا جس سے دشمن کے مقابلے میں کوئی قوت حاصل ہوتی ہو اس کو بیت المال میں سے کچھ دیدے۔اور ہر وہ کام کرے جس میں مسلمانوں کی بھلائی ہو اور ان کے معاملات کی اصلاح ہو، اور یہی کیفیت زمینوں کی ہے، زمین کی جن اقسام کا میں نے ابتداء میں ذکر کیا ہے۔ حاکم ان زمینوں میں سے جسے چاہے دے سکتا ہے۔اور میری رائے یہ ہے کہ حاکم کو کوئی زمین یا عمارت ایسی نہیں چھوڑنی چاہئے جس پر کسی کی ملکیت نہ ہو، البتہ وہ زمینیں لوگوں میں تقسیم کر دینی چاہئیں کیونکہ یہ ملک کو زیادہ آباد کرنے کا ذریعہ ہے، اور اس سے آمدنی بھی زیادہ ہوگی۔

شیخ الاسلام علامہ نووی اور قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رحمہا اللہ تعالیٰ علیہما کا کسی کی ملکیت سے اس کی زمین کے ناحق طریقے سے لینے کو غصب کہنا اور اسے ناجائز اور حرام سمجھنا اس بات کی دلیل ہے کہ انسان زمین پر اپنی ذاتی اور انفرادی ملکیت قائم رکھ سکتا

ہے۔اور پھر قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس رائے سے تو یہ مسئلہ کافی حد تک حل ہوجاتا ہے کہ حاکم وقت کو چاہئے کہ وہ کوئی زمین یا عمارت ایسی نہ چھوڑے جس پر کسی کی ملکیت نہ ہو، بلکہ ایسی اراضی لوگوں میں تقسیم کردی جائیں تاکہ ملک اور قوم کو فائدہ ہو۔اس سے بھی اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ زمین پر انسان کی نجی اور ذاتی ملکیت کے قائل تھے۔اور ساتھ میں ضمنی طور پر اس کا فائدہ بھی بتادیا کہ اس سے زمین کا مالک اپنی زمین میں دلچسپی لیتے ہوئے محنت بھی کرے گا جس سے ظاہر ہے کہ اسے تو فائدہ ہوگا ہی لیکن ساتھ ساتھ ملک کا بھی فائدہ ہوگا۔جبکہ زمینوں کے اجتماعی ملکیت میں ہونے سے ملک وقوم کا کوئی زیادہ فائدہ نہیں ہے۔

ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''کنز الدقائق''میں لکھتے ہیں

''صح بیع العقار قبل قبضہ''(۳۱)

ترجمہ۔زمین کی خرید وفروخت قبضہ سے پہلے درست ہے۔

اس عبارت میں زمین کی بیع یعنی خرید وفروخت کا بیان ہے اور بغیر ملکیت کے زمین کی خرید وفروخت نہیں کی جاسکتی۔اگر زمین کی نجی ملکیت درست نہ ہوتی تو اس کی خرید وفروخت بھی جائز نہ ہوتی۔

علاوہ ازیں کسی مواتی زمین کو آباد کرنا بھی زمین کی انفرادی ملکیت کے جواز کا سبب ہے۔حضرات فقہائے کرام کی تحریروں سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ مواتی زمین کو آباد کرنے والا اس زمین کا مالک قرار پاتا ہے۔چنانچہ امام کاسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں

''فالملک بالموات یثبت بالاحیاء باذن الامام عندابی حنیفة وعندابی یوسف و محمد رحمہم اللّٰہ تعالی یثبت بنفس الاحیاء واذن الامام لیس بشرط''(۳۲)

ترجمہ۔امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کے نزدیک حاکم کی اجازت سے کسی مواتی زمین کو آباد کرنے سے اس زمین پر ملکیت ثابت ہوجاتی ہے۔اور امام ابو یوسف ومحمد رحمہما اللہ کے ہاں فقط اسے آباد کرنے سے ہی ملکیت ثابت ہوجاتی ہے، حاکم کی اجازت اس کے لئے شرط نہیں ہے۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں

''من احیاہ باذن الامام ملکہ وان احیاہ بغیر اذنہ لم یملکہ عند ابی حنیفة وقالا یملکہ لقولہ علیہ السلام من احیٰ ارضا میتة فھی لہ''(۳۳)

ترجمہ۔جس نے مواتی زمین کو حاکم کی اجازت سے آباد کیا تو وہ زمین اس کی ملکیت ہوگی۔اور اگر حاکم کی اجازت کے بغیر اسے آباد کیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ شخص اس کا مالک نہیں ہوگا جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ مالک ہوجائے گا رسول اللہ ﷺ کے اس قول کی وجہ سے کہ جس نے کسی مواتی زمین کو آباد کیا تو وہ اسی

کے لئے ہے۔

ان عبارات میں تو واضح طور پر زمین کے حوالے سے انسان کے لئے ملکیت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ مواتی زمین کو آباد کرنے سے انسان اس کا مالک ہوجاتا ہے۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان زمین پرنجی اور انفرادی ملکیت رکھ سکتا ہے۔

زمین پر ذاتی،شخصی اور انفرادی ملکیت کے حوالے سے مفتی محمد تقی عثمانی اپنی کتاب ''ملکیت زمین اور اس کی تحدید'' میں تحریر فرماتے ہیں

> ''لہٰذا یہ تصور درست نہیں کہ کسی شخص کا دولت مند ہونا یا کارخانوں اور زمینوں کا مالک ہونا بذات خود ہر حالت میں کوئی عیب یا گناہ ہے۔ یہ عیب اور گناہ اس وقت بنتا ہے جب انسان اس کے ذریعے دوسروں پر رزق کے دروازے بند کرے، جب حق دار کو اس کا حق نہ دے، جب دوسروں کے حق پر ڈاکہ ڈال کر اپنی تجوری بھرنے کی کوشش کرے، جب حصول دولت کی دوڑ میں حلال اور حرام اور جائز اور ناجائز کی فکر چھوڑ بیٹھے اور جب اپنے مال پر عائد ہونے والے شرعی واجبات اور حقوق کو پامال کرنے لگے''(۳۴)

اور مولانا محمد طاسین رحمہ اللہ اپنی کتاب ''مروجہ نظام زمینداری اور اسلام'' میں لکھتے ہیں

> ''زمین کی شخصی اور انفرادی ملکیت کا اگر یہ مطلب لیا جائے کہ کسی خاص قطعہ زمین سے انتفاع و استفادے کے حق میں کسی شخص و فرد کو دوسرے اشخاص و افراد پر ترجیح و تخصیص حاصل ہو نا ایسی کہ اس کی رضامندانہ اجازت کے بغیر دوسرا کوئی اس قطعہ زمین سے استفادہ و انتفاع اور اس میں کوئی ایسا تصرف نہ کر سکے جو مالک کے لئے مخصوص ہوتا ہے تو اس مطلب کے لحاظ سے بلاشبہ اسلام زمین کی شخصی و انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے اور اسے جائز ٹھہراتا ہے۔''(۳۵)

اور مولانا طاسین رحمہ اللہ اپنی کتاب ''اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات'' میں تحریر فرماتے ہیں

> ''شخصی ملکیت کے مذکورہ فلسفے کی بنا پر اسلام زمین کی شخصی ملکیت کو بھی واضح طور پر تسلیم کرتا اور جائز قرار دیتا ہے۔''(۳۶)

مولانا مودودی رحمہ اللہ ''معاشیات اسلام'' میں لکھتے ہیں

> ''اسلام میں یہ تصور موجود نہیں ہے کہ ذرائع پیداوار اور اشیائے صرف کے درمیان فرق کر کے ذرائع پیداوار کو شخصی ملکیت سے ساقط کر دیا جائے اور محض اشیائے صرف کی حد تک اس کو محدود کر دیا جائے۔ اسلامی نقطہ نظر سے ایک شخص جس طرح کپڑے اور برتن اور گھر کا فرنیچر رکھنے کا مجاز ہے اسی طرح وہ زمین اور مشین اور کارخانے رکھنے کا بھی مجاز ہے۔''(۳۷)

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''اسلام کا اقتصادی نظام'' میں کچھ اس طرح لکھتے ہیں

''اسلام لوگوں کو ذاتی ملکیت سے نہیں روکتا اور وہ ایسے اقتصادی نظام کو تسلیم نہیں کرتا جس میں اشخاص وافراد کو اشیائے منقولہ کے علاوہ زمین اور ذرائع پیداوار پر کسی حیثیت اور کسی حالت میں بھی حق ملکیت حاصل نہ ہو اور وہ اس طریقہ کار کو غیر فطری اور ایسے نظام کو ناقص اور غیر مطمئن نظام سمجھتا ہے۔''(۳۸)

حضرات فقہاء کرام کے ان اقوال اور آراء سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن وسنت کی رو سے زمین پر انسان کی ذاتی، شخصی اور انفرادی ملکیت جائز اور درست ہے۔ بیع وشرائی، وقف، اجارہ، مزارعت ومساقات، عاریت، شفعہ، وراثت اور ہبہ وغیرہ کے مسائل اس کے جواز پر دلالت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ مسائل اور معاملات اسی وقت پیش آسکتے ہیں جب کہ زمین پر انسان کی ذاتی اور نجی ملکیت ہو۔ ایسی انفرادی اور شخصی ملکیت نہ ہونے کی صورت میں ان معاملات کا وجود ہی باقی نہ رہے گا اس لئے کہ ان تمام معاملات کے وجود کے لئے ضروری یہ ہے کہ انسان زمین کا ذاتی مالک ہو۔ زمینی ملکیت کے بغیر اس کی خرید وفروخت جائز ہے اور نہ ہی عاریت، اجارہ، وراثت، شفعہ، مزارعت ومساقات، وقف اور ہبہ کا جواز ثابت ہوسکتا ہے۔

خلاصہ

زمینی ملکیت کے سلسلے میں دین اسلام بڑی صراحت کے ساتھ راہنمائی کرتا ہے۔ قرآنی آیات، رسول اللہ ﷺ کے ارشادات، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل اور ان تمام کی روشنی میں فقہائے کرام کے خیالات اس کے جواز پر دلالت کرتے ہیں۔ بلاشبہ زمین ہو یا دیگر اشیائ، ان تمام پر حقیقی ملکیت اللہ سبحانہ وتعالی ہی کی ہے لیکن عارضی ملکیت انسانوں کو بھی دی گئی ہے۔ ساتھ ساتھ فرد کو اپنی زمین میں جائز وناجائز تصرفات سے آگاہ کر کے خلاف شرع تصرفات سے روک دیا گیا ہے۔ اور اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے۔ لہذا شرعی اعتبار سے دنیاوی ماحول میں زمین پر انسان کی شخصی اور ذاتی ملکیت کا تصور موجود ہے کیونکہ اسی میں انفرادی اور اجتماعی فائدہ ہے کہ فطری طور پر انسان اپنی ذاتی ملکیت کو لے کر محنت زیادہ کرتا ہے جبکہ اجتماعی مفاد کو انسان ثانوی درجہ میں رکھتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) مفتی محمد تقی عثمانی، ملکیت زمین اور اس کی تحدید، صفحہ ۱۴۲، کراچی، مکتبہ دار العلوم، ۱۴۲۵ھ

(۲) محمد بن اسماعیل البخاریؒ، صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب فضل المنیحۃ، جلد ۱، صفحہ ۳۵۸، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۳۸۱ھ

(۳) ایضاً، کتاب الحرث والمزارعۃ، باب ما کان اصحاب النبی ﷺ یواسی بعضھم بعضا فی الزراعۃ والثمر، صفحہ ۳۱۵

(۴) مفتی محمد تقی عثمانی، تکملہ فتح الملہم، کتاب البیوع، باب کراء الارض، صفحہ ۷۴۴، کراچی، مکتبہ دار العلوم، ۱۴۰۷ھ

(۵) ابوالحسن مسلم بن حجاجؒ، صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب کراء الارض، صفحہ ۱۲، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۳۷۵ھ

(۶) امام بیہقیؒ، السنن الکبری، کتاب الغصب، باب لیس لعرق ظالم حق، جلد ۶، صفحہ ۹۹، ملتان، نشر السنۃ، ۱۳۳۵ھ

(۷) امام ترمذی محمد ابن عیسیٰؒ، جامع الترمذی، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی ان البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ، صفحہ ۱۶۰، ملتان، فاروقی کتب خانہ، ۱۳۹۳ھ

(۸) ایضاً، باب ماذکر فی احیاء ارض الموات، صفحہ ۱۶۵

(۹) محمد بن اسماعیل البخاریؒ، صحیح البخاری، محولہ بالا، باب من احیا ارضا، صفحہ ۳۱۴

(۱۰) امام بیہقیؒ، السنن الکبری، کتاب الوقف، باب اتخاذ المسجد ۔۔۔۔۔ محولہ بالا، صفحہ ۱۴۲

(۱۱) ایضاً، باب من احیا ارضا میتۃ فہی لہ بعطیۃ ۔۔۔۔۔

(۱۲) برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی۔ الہدایہ۔ صفحہ ۲۵۱۔ جلد ۷۔ کراچی۔ مکتبۃ البشری۔ ۱۴۲۸ھ

(۱۳) ڈاکٹر وہبہ الزحیلی۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ۔ صفحہ ۵۵۳۔ جلد ۵۔ دمشق۔ دار الفکر۔ ۱۴۰۴ھ

(۱۴) ایضاً۔ صفحہ ۵۵۲

(۱۵) امام علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی۔ صفحہ ۱۹۵۔ جلد ۶۔ مکتبہ رشیدیہ۔ کوئٹہ۔ ۱۴۱۰ھ

(۱۶) ڈاکٹر وہبہ الزحیلی۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ۔ صفحہ ۵۶۲۔ جلد ۵

(۱۷) ابوالحسن مسلم بن حجاجؒ، صحیح مسلم، کتاب المساقات، باب تحریم الظلم وغصب الارض وغیرھا، صفحہ ۳۳

(۱۸) حافظ نور الدین علی ابن ابوبکر الہیثمیؒ، مجمع الزوائد، جلد ۴، صفحہ ۱۷۴، قاہرہ، مکتبہ القدسی، ۱۳۵۲ھ

(۱۹) ایضاً، صفحہ ۱۷۶

(۲۰) امام بیہقیؒ، السنن الکبری، کتاب احیاء الموات، باب ما یجوز اقطاعہ من المعادن الظاھرۃ، صفحہ ۱۵۰

(۲۱) ابو محمد حسین البغویؒ، مشکوٰۃ المصابیح، باب احیاء الموات والشرب، صفحہ ۲۶۰، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۳۶۸ھ

(۲۲) محمد بن اسماعیل البخاریؒ، صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب اذا وقف جماعۃ ارضا مشاعا فھو جائز، صفحہ ۳۸۸

(۲۳) امام بیہقیؒ، السنن الکبری، کتاب البیوع، باب ماجاء فی بیع العقار، صفحہ ۳۳

(۲۴) ایضاً، باب ماجاء فی بیع دور مکۃ ۔۔۔۔ صفحہ ۳۴

(۲۵) ایضاً، صفحہ ۳۵

(۲۶) حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، صفحہ ۱۹، جلد ۱، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۰۸۴ھ

(۲۷) امام ازرقیؒ ،تاریخ مکہ، مکہ مکرمہ، صفحہ ۶۸، ان، ۱۴۰۳ھ

(۲۸) امام بیہقیؒ، السنن الکبری، کتاب الوقف، باب اتخاذ المسجد۔۔۔۔۔، صفحہ ۱۶۸

(۲۹) امام ابن عابدین شامیؒ، ردالمختار، کتاب الجہاد، باب العشر والخراج والجزیۃ، جلد ۳، صفحہ ۲۸۱، کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، ۱۴۱۲ھ

(۳۰) امام ابو یوسفؒ، کتاب الخراج، فصل فی ذکر القطائع، صفحہ ۶۰، کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۱۴۰۷ھ

(۳۱) ابوالبرکات عبید اللہ النسفیؒ، کنز الدقائق، کتاب البیوع، باب التولیۃ والمرابحۃ، صفحہ ۲۴۷، ملتان، مکتبہ حقانیہ، ۱۳۴۸ھ

(۳۲) امام علاؤالدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی، بدائع الصنائع، کتاب الاراضی، جلد ۶، صفحہ ۱۹۴، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۰۰ھ

(۳۳) برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی، الہدایہ، کتاب احیاء الموات، صفحہ ۴۷۸، ملتان، مکتبہ شرکت علمیہ، ۱۳۹۶ھ

(۳۴) مفتی محمد تقی عثمانی، ملکیت زمین اور اس کی تحدید، صفحہ ۲۲

(۳۵) مولانا طاسینؒ، مروجہ نظام زمینداری اور اسلام، صفحہ ۱۹، لاہور، مکتبہ لاہور، ۱۹۹۵ئ

(۳۶) مولانا طاسینؒ، اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات، صفحہ ۸۷، کراچی، مجلس علمی، ۱۹۹۷ئ

(۳۷) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، معاشیات اسلام، صفحہ ۱۴۸، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، ۱۹۹۶ئ

(۳۸) مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، صفحہ ۲۸۲، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۸۴ئ